وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا أَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴿٥١﴾

اور ہم نے تم جیسے بہتیروں کو ہلاک کر دیا ہے،(1) پس کوئی ہے نصیحت لینے والا۔(۵۱)

وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ ﴿٥٢﴾

جو کچھ انہوں نے (اعمال) کیے ہیں سب نامۂ اعمال میں لکھے ہوئے ہیں۔(2) (۵۲)

وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُّسْتَطَرٌ ﴿٥٣﴾

(اسی طرح) ہر چھوٹی بڑی بات بھی لکھی ہوئی ہے۔(3) (۵۳)

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ ﴿٥٤﴾

یقیناً ہمارا ڈر رکھنے والے جنتوں اور نہروں میں ہونگے۔(4) (۵۴)

فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿٥٥﴾

راستی اور عزت کی بیٹھک میں (5) قدرت والے بادشاہ کے پاس۔(6) (۵۵)

سُورَةُ الرَّحْمَٰنِ

سورۂ رحمٰن مدنی ہے اور اس میں اٹھتر آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

---

(۱) یعنی گزشتہ امتوں کے کافروں کو، جو کفر میں تمہارے ہی جیسے تھے۔ أَشْيَاعَكُمْ أَيْ: أَشْبَاهَكُمْ وَنُظَرَاءَكُمْ (فتح القدیر)

(۲) یا دوسرے معنی ہیں، لوح محفوظ میں درج ہیں۔

(۳) یعنی مخلوق کے تمام اعمال، اقوال و افعال لکھے ہوئے ہیں، چھوٹے ہوں یا بڑے، حقیر ہوں یا جلیل، اشقیا کے ذکر کے بعد اب سعدا کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

(۴) یعنی مختلف اور متنوع باغات میں ہوں گے۔ نَهَرٌ، بطور جنس کے ہے جو جنت کی تمام نہروں کو شامل ہے۔

(۵) مَقْعَدِ صِدْقٍ، عزت کی بیٹھک یا مجلس حق، جس میں گناہ کی بات ہو گی نہ لغویات کا ارتکاب۔ مراد جنت ہے۔

(۶) مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ، قدرت والا بادشاہ یعنی وہ ہر طرح کی قدرت سے بہرہ ور ہے جو چاہے کر سکتا ہے، کوئی اسے عاجز نہیں کر سکتا۔ عِندَ (پاس) یہ کنایہ ہے اس شرف منزلت اور عزت و احترام سے، جو اہل ایمان کو اللہ کے ہاں حاصل ہو گا۔

☆ اس کو بعض حضرات نے مدنی قرار دیا ہے، تاہم صحیح یہی ہے کہ یہ مکی ہے (فتح القدیر) اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے، جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا بات ہے کہ تم خاموش رہتے ہو، تم سے تو اچھے جن ہیں کہ جب جن والی رات کو میں نے یہ سورت ان پر پڑھی تو میں جب بھی ﴿فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴾ پڑھتا، تو وہ اس کے

اَلرَّحْمٰنُ ۝۱ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝۲
خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝۳
عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝۴
اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝۵
وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ۝۶
وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۝۷
اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ۝۸

رحمٰن نے۔(۱) قرآن سکھایا۔[۱] (۲)
اسی نے انسان کو پیدا کیا۔[۲] (۳)
اور اسے بولنا سکھایا۔[۳] (۴)
آفتاب اور ماہتاب (مقررہ) حساب سے ہیں۔[۴] (۵)
اور ستارے اور درخت دونوں سجدہ کرتے ہیں۔[۵] (۶)
اسی نے آسمان کو بلند کیا اور اسی نے ترازو رکھی۔[۶] (۷)
تاکہ تم تولنے میں تجاوز نہ کرو۔[۷] (۸)

جواب میں کہتے۔ (لَا بِشَيْءٍ مِّنْ نِّعَمِكَ رَبَّنَا! نُكَذِّبُ فَلَكَ الْحَمْدُ) ۔(ترمذی، تفسیر سورۃ الرحمٰن، ذکرہ الألبانی فی صحیح الترمذی)

(۱) کہتے ہیں کہ یہ اہل مکہ کے جواب میں ہے جو کہتے تھے کہ یہ قرآن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کوئی انسان سکھاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کے اس قول کے جواب میں ہے کہ رحمٰن کیا ہے؟ قرآن سکھانے کا مطلب ہے، اسے آسان کر دیا، یا اللہ نے اپنے پیغمبر کو سکھایا اور پیغمبر نے امت کو سکھایا۔ اس سورت میں اللہ نے اپنی بہت سی نعمتیں گنوائی ہیں۔ چونکہ تعلیم قرآن ان میں قدر و منزلت اور اہمیت و افادیت کے لحاظ سے سب سے نمایاں ہے، اس لیے پہلے اسی نعمت کا ذکر فرمایا ہے۔ (فتح القدیر)

(۲) یعنی یہ بندر وغیرہ جانوروں سے ترقی کرتے کرتے انسان نہیں بن گئے ہیں۔ جیسا کہ ڈارون کا فلسفہ ارتقا ہے۔ بلکہ انسان کو اسی شکل و صورت میں اللہ نے پیدا فرمایا ہے جو جانوروں سے الگ ایک مستقل مخلوق ہے۔ انسان کا لفظ بطور جنس کے ہے۔

(۳) اس بیان سے مراد ہر شخص کی اپنی مادری بولی ہے جو بغیر سیکھے از خود ہر شخص بول لیتا اور اس میں اپنے مافی الضمیر کا اظہار کر لیتا ہے، حتیٰ کہ وہ چھوٹا بچہ بھی بولتا ہے، جس کو کسی بات کا علم اور شعور نہیں ہوتا۔ یہ اس تعلیم الٰہی کا نتیجہ ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔

(۴) یعنی اللہ کے ٹھہرائے ہوئے حساب سے اپنی اپنی منزلوں پر رواں دواں رہتے ہیں، ان سے تجاوز نہیں کرتے۔

(۵) جیسے دوسرے مقام پر فرمایا ــــ ﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ ﴾ الآیة (الحج-۱۸)

(۶) یعنی زمین میں انصاف رکھا، جس کا اس نے لوگوں کو حکم دیا، جیسے فرمایا ﴿ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ﴾ (الحدید-۲۵)

(۷) یعنی انصاف سے تجاوز نہ کرو۔

وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝٩
انصاف کے ساتھ وزن کو ٹھیک رکھو اور تول میں کم نہ دو۔(۹)

وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۝١٠
اور اسی نے مخلوق کے لیے زمین بچھا دی۔(۱۰)

فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۝١١
جس میں میوے ہیں اور خوشے والے کھجور کے درخت ہیں۔[1] (۱۱)

وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ۝١٢
اور بھس والا اناج ہے[2] اور خوشبودار پھول ہیں۔(۱۲)

فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝١٣
پس (اے انسانو اور جنو!) تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟[3] (۱۳)

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۝١٤
اس نے انسان کو بجنے والی مٹی سے پیدا کیا جو ٹھیکری کی طرح تھی۔[4] (۱۴)

وَخَلَقَ الْجَاۗنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۝١٥
اور جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔[5] (۱۵)

فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝١٦
پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟[6] (۱۶)

رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ۝١٧
وہ رب ہے دونوں مشرقوں اور دونوں مغربوں کا۔[7] (۱۷)

---

(۱) أَكْمَامٌ، كِمٌّ کی جمع ہے، وِعَاۗءُ الثَّمَرِ، کھجور پر چڑھا ہوا غلاف۔

(۲) حَبٌّ سے مراد ہر وہ خوراک ہے جو انسان اور جانور کھاتے ہیں۔ خشک ہو کر اس کا پودا بھس بن جاتا ہے جو جانوروں کے کام آتا ہے۔

(۳) یہ انسانوں اور جنوں دونوں سے خطاب ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں گنوا کر ان سے پوچھ رہا ہے۔ یہ تکرار اس شخص کی طرح ہے جو کسی پر مسلسل احسان کرے لیکن وہ اس کے احسان کا منکر ہو، جیسے کہے، میں نے تیرا فلاں کام کیا، کیا تو انکار کرتا ہے؟ فلاں چیز تجھے دی، کیا تجھے یاد نہیں؟ تجھ پر فلاں احسان کیا، کیا تجھے ہمارا ذرا خیال نہیں؟ (فتح القدیر)

(۴) صَلْصَالٍ خشک مٹی، جس میں آواز ہو۔ فَخَّارٌ آگ میں پکی ہوئی مٹی، جسے ٹھیکری کہتے ہیں۔ اس انسان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں، جن کا پہلے مٹی سے پتلا بنایا گیا اور پھر اس میں اللہ نے روح پھونکی۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے حوا کو پیدا فرمایا، اور پھر ان دونوں سے نسل انسانی چلی۔

(۵) اس سے مراد سب سے پہلا جن ہے جو ابو الجن ہے، یا جن بطور جنس کے ہے۔ جیسا کہ ترجمہ جنس کے اعتبار سے ہی کیا گیا ہے۔ مَارِجٍ آگ سے بلند ہونے والے شعلے کو کہتے ہیں۔

(۶) یعنی تمہاری یہ پیدائش بھی اور پھر تم سے مزید نسلوں کی تخلیق و افزائش، یہ اللہ کی نعمتوں میں سے ہے۔ کیا تم اس نعمت کا انکار کرو گے؟

(۷) ایک گرمی کا مشرق اور ایک سردی کا مشرق، اسی طرح مغرب ہے۔ اس لیے دونوں کو تثنیہ ذکر کیا ہے، موسموں کے

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿١٨﴾

تو (اے جنو اور انسانو!) تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ (۱۸)

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ ﴿١٩﴾

اس نے دو دریا جاری کر دیے جو ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں۔ (۱۹)

بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ ﴿٢٠﴾

ان دونوں میں ایک آڑ ہے کہ اس سے بڑھ نہیں سکتے۔[1] (۲۰)

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٢١﴾

پس اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ (۲۱)

يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ﴿٢٢﴾

ان دونوں میں سے موتی اور مونگے برآمد ہوتے ہیں۔[2] (۲۲)

اعتبار سے مشرق و مغرب کا مختلف ہونا اس میں بھی انس و جن کی بہت سی مصلحتیں ہیں' اس لیے اسے بھی نعمت قرار دیا گیا ہے۔

(۱) مَرَجَ بمعنی أَرْسَلَ جاری کر دیے۔ اس کی تفصیل سورۃ الفرقان' آیت ۵۳ میں گزر چکی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دو دریاؤں سے مراد بعض کے نزدیک ان کے الگ الگ وجود ہیں' جیسے میٹھے پانی کے دریا ہیں' جن سے کھیتیاں سیراب ہوتی ہیں اور انسان ان کا پانی اپنی دیگر ضروریات میں بھی استعمال کرتا ہے۔ دوسری قسم سمندروں کا پانی ہے جو کھارا ہے' جس کے کچھ اور فوائد ہیں۔ یہ دونوں آپس میں نہیں ملتے۔ بعض نے اس کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ کھارے سمندروں میں ہی میٹھے پانی کی لہریں چلتی ہیں اور یہ دونوں لہریں آپس میں نہیں ملتیں' بلکہ ایک دوسرے سے جدا اور ممتاز ہی رہتی ہیں۔ اس کی ایک صورت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کھارے سمندروں میں ہی کئی مقامات پر میٹھے پانی کی لہریں بھی جاری کی ہوئی ہیں اور وہ کھارے پانی سے الگ ہی رہتی ہیں۔ دوسری صورت یہ بھی ہے کہ اوپر کھارا پانی ہو اور اس کی تہ میں نیچے چشمہ آب شیریں۔ جیسا کہ واقعتاً بعض مقامات پر ایسا ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ جن مقامات پر میٹھے پانی کے دریا کا پانی سمندر میں جا کر گرتا ہے' وہاں کئی لوگوں کا مشاہدہ ہے کہ دونوں پانی میلوں دور تک اس طرح ساتھ ساتھ چلتے ہیں کہ ایک طرف میٹھا دریائی پانی اور دوسری طرف وسیع و عریض سمندر کا کھارا پانی' ان کے درمیان اگرچہ کوئی آڑ نہیں۔ لیکن یہ باہم نہیں ملتے۔ دونوں کے درمیان یہ وہ برزخ (آڑ) ہے جو اللہ نے رکھ دی ہے' دونوں اس سے تجاوز نہیں کرتے۔

(۲) مَرْجَانٌ سے چھوٹے موتی یا پھر مونگے مراد ہیں۔ کہتے ہیں کہ آسمان سے بارش ہوتی ہے تو سیپیاں اپنے مونہہ کھول

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۳﴾
وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۲۴﴾
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۵﴾
كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿۲۶﴾
وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿۲۷﴾
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۸﴾

پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟[1] (۲۳)
اور اللہ ہی کی (ملکیت میں) ہیں وہ جہاز جو سمندروں میں پہاڑ کی طرح بلند (چل پھر رہے) ہیں۔[2] (۲۴)
پس (اے انسانو اور جنو!) تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟[3] (۲۵)
زمین پر جو ہیں سب فنا ہونے والے ہیں۔(۲۶)
صرف تیرے رب کی ذات جو عظمت اور عزت والی ہے باقی رہ جائے گی۔(۲۷)
پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟[4] (۲۸)

دیتی ہیں' جو قطرہ ان کے اندر پڑ جاتا ہے' وہ موتی بن جاتا ہے۔ مشہور یہی ہے کہ موتی وغیرہ میٹھے پانی کے دریاؤں سے نہیں' بلکہ صرف آب شور یعنی سمندروں سے ہی نکلتے ہیں۔ لیکن قرآن نے تثنیہ کی ضمیر استعمال کی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں سے ہی موتی نکلتے ہیں۔ چونکہ موتی کثرت کے ساتھ سمندروں سے ہی نکلتے ہیں' اس لیے اس کی شہرت ہوگئی ہے۔ تاہم شیریں دریاؤں سے اس کی نفی ممکن نہیں بلکہ موجودہ دور کے تجربات سے ثابت ہوا ہے کہ میٹھے دریا میں بھی موتی ہوتے ہیں۔ البتہ ان کے مسلسل جاری رہنے کی وجہ سے ان سے موتی نکالنا مشکل امر ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ مراد مجموعہ ہے' ان میں سے کسی ایک سے بھی موتی نکل جائیں تو ان پر تثنیہ کا اطلاق صحیح ہے۔ بعض نے کہا کہ شیریں دریا بھی عام طور پر سمندر میں ہی گرتے ہیں اور وہیں سے موتی نکالے جاتے ہیں' اس لیے گو منبع دریائے شور ہی ہوئے' لیکن دوسرے دریاؤں کا حصہ بھی اس میں شامل ہے لیکن موجودہ دور کے تجربات کے بعد ان تاویلات اور تکلفات کی ضرورت نہیں۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ.

(۱) یہ جواہر اور موتی زیب و زینت اور حسن و جمال کا مظہر ہیں اور اہل شوق و اہل ثروت انہیں اپنے ذوق جمال کی تسکین اور حسن و رعنائی میں اضافے ہی کے لیے استعمال کرتے ہیں' اس لیے ان کا نعمت ہونا بھی واضح ہے۔

(۲) الجَوَارِ جَارِيَةٌ (چلنے والی) کی جمع اور محذوف موصوف (السُّفُنُ) کی صفت ہے۔ مُنْشَآتٌ کے معنی مرفوعات ہیں' یعنی بلند کی ہوئیں' مراد بادبان ہیں' جو بادبانی کشتیوں میں جھنڈوں کی طرح اونچے اور بلند بنائے جاتے ہیں۔ بعض نے اس کے معنی مصنوعات کے کیے ہیں یعنی اللہ کی بنائی ہوئی جو سمندر میں چلتی ہیں۔

(۳) ان کے ذریعے سے بھی نقل و حمل کی جو آسانیاں ہیں' محتاج وضاحت نہیں' اس لیے یہ بھی اللہ کی عظیم نعمت ہے۔

(۴) فنائے دنیا کے بعد' جزا و سزا یعنی عدل کا اہتمام ہو گا' لہٰذا یہ بھی ایک نعمت عظمیٰ ہے جس پر شکر الٰہی واجب ہے۔

يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ۚ (۲۹)

فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (۳۰)

سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ۚ (۳۱)

فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (۳۲)

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ۭ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۚ (۳۳)

فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (۳۴)

يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ڏ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ۚ (۳۵)

سب آسمان و زمین والے اسی سے مانگتے ہیں۔[1] ہر روز وہ ایک شان میں ہے۔[2] (۲۹)

پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟[3] (۳۰)

(جنوں اور انسانوں کے گروہو!) عنقریب ہم تمہاری طرف پوری طرح متوجہ ہو جائیں گے۔[4] (۳۱)

پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ (۳۲)

اے گروہ جنات و انسان! اگر تم میں آسمانوں اور زمین کے کناروں سے باہر نکل جانے کی طاقت ہے تو نکل بھاگو![5] بغیر غلبہ اور طاقت کے تم نہیں نکل سکتے۔[6] (۳۳)

پھر اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ (۳۴)

تم پر آگ کے شعلے اور دھواں چھوڑا جائے گا[7] پھر تم

---

(۱) یعنی سب اس کے محتاج اور اس کے در کے سوالی ہیں۔

(۲) ہر روز کا مطلب، ہر وقت۔ شان کے معنی امر یا معاملہ، یعنی ہر وقت وہ کسی نہ کسی کام میں مصروف ہے، کسی کو بیمار کر رہا ہے، کسی کو شفایاب، کسی کو تونگر بنا رہا ہے تو کسی تونگر کو فقیر۔ کسی کو گدا سے شاہ اور شاہ سے گدا، کسی کو بلندیوں پر فائز کر رہا ہے، کسی کو پستی میں گرا رہا ہے، کسی کو ہست سے نیست اور نیست کو ہست کر رہا ہے وغیرہ۔ الغرض کائنات میں یہ سارے تصرف اسی کے امر و مشیت سے ہو رہے ہیں اور شب و روز کا کوئی لمحہ ایسا نہیں جو اس کی کارگزاری سے خالی ہو۔ هُوَ الحَيُّ الْقَيُّوْمُ، لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ۔

(۳) اور اتنی بڑی ہستی کا ہر وقت بندوں کے امور و معاملات کی تدبیر میں لگے رہنا، کتنی بڑی نعمت ہے۔

(۴) اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ کو فراغت نہیں ہے بلکہ یہ محاورۃً بولا گیا ہے۔ جس کا مقصد وعید و تہدید ہے۔ ثَقَلَانِ (جن وانس کو) اس لیے کہا گیا ہے کہ انکو تکالیف شرعیہ کا پابند کیا گیا ہے، اس پابندی یا بوجھ سے دوسری مخلوق مستثنیٰ ہے۔

(۵) یہ تہدید بھی نعمت ہے کہ اس سے بدکار، بدیوں کے ارتکاب سے باز آجائے اور محسن زیادہ نیکیاں کمائے۔

(۶) یعنی اللہ کی تقدیر اور قضا سے تم بھاگ کر کہیں جا سکتے ہو تو چلے جاؤ، لیکن یہ طاقت کس میں ہے؟ اور بھاگ کر آخر کہاں جائے گا؟ کون سی جگہ ایسی ہے جو اللہ کے اختیارات سے باہر ہو۔ یہ بھی تہدید ہے جو مذکورہ تہدید کی طرح نعمت ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ میدان محشر میں کہا جائے گا، جب کہ فرشتے ہر طرف سے لوگوں کو گھیر رکھے ہونگے۔ دونوں ہی مفہوم اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں۔

(۷) مطلب یہ ہے کہ اگر تم قیامت والے دن کہیں بھاگ کر گئے بھی، تو فرشتے آگ کے شعلے اور دھواں تم پر چھوڑ کر

فَبِأَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٦﴾

مقابلہ نہ کر سکو گے۔[1] (۳۵)

پھر اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟(۳۶)

فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ﴿٣٧﴾

پس جب کہ آسمان پھٹ کر سرخ ہو جائے جیسے کہ سرخ چمڑہ۔[2] (۳۷)

فَبِأَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٨﴾

پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟(۳۸)

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ﴿٣٩﴾

اس دن کسی انسان اور کسی جن سے اس کے گناہوں کی پرسش نہ کی جائے گی۔[3] (۳۹)

فَبِأَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٠﴾

پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟(۴۰)

يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ﴿٤١﴾

گناہ گار صرف حلیہ سے ہی پہچان لیے جائیں گے[4] اور انکی پیشانیوں کے بال اور قدم پکڑ لیے جائیں گے۔[5] (۴۱)

فَبِأَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٢﴾

پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟(۴۲)

هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٤٣﴾

یہ ہے وہ جہنم جسے مجرم جھوٹا جانتے تھے۔(۴۳)

یا پگھلا ہوا تانبہ تمہارے سروں پر ڈال کر تمہیں واپس لے آئیں گے۔ نُحَاسٌ کے دوسرے معنی پگھلے ہوئے تانبے کے کئے گئے ہیں۔

(۱) یعنی اللہ کے عذاب کو ٹالنے کی تم قدرت نہیں رکھو گے۔

(۲) قیامت والے دن آسمان پھٹ پڑے گا' فرشتے زمین پر اتر آئیں گے' اس دن یہ نار جہنم کی شدت حرارت سے پگھل کر سرخ نری کے چمڑے کی طرح ہو جائے گا۔ دِهَانٌ' سرخ چمڑہ۔

(۳) یعنی جس وقت وہ قبروں سے باہر نکلیں گے۔ ورنہ بعد میں موقف حساب میں ان سے بازپرس کی جائے گی۔ بعض نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ گناہوں کی بابت نہیں پوچھا جائے گا' کیونکہ ان کا تو پورا ریکارڈ فرشتوں کے پاس بھی ہو گا اور اللہ کے علم میں بھی۔ البتہ پوچھا جائے گا کہ تم نے یہ کیوں کیے؟ یا یہ مطلب ہے' ان سے نہیں پوچھا جائے گا بلکہ انسانی اعضا خود بول کر ہر بات بتلائیں گے۔

(۴) یعنی جس طرح اہل ایمان کی علامت ہو گی کہ ان کے اعضائے وضو چمکتے ہوں گے۔ اسی طرح گناہ گاروں کے چہرے سیاہ' آنکھیں نیلگوں اور وہ دہشت زدہ ہوں گے۔

(۵) فرشتے ان کی پیشانیاں اور ان کے قدموں کے ساتھ ملا کر پکڑیں گے اور جہنم میں ڈال دیں گے' یا کبھی پیشانیوں سے اور کبھی قدموں سے انہیں پکڑیں گے۔

يَطُوفُونَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيمٍ آنٍ ﴿٤٤﴾

اس کے اور کھولتے ہوئے گرم پانی کے درمیان چکر کھائیں گے۔[1] (۴۴)

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٤٥﴾

پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟(۴۵)

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ ﴿٤٦﴾

اور اس شخص کے لیے جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا دو جنتیں ہیں۔[2] (۴۶)

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٤٧﴾

پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟(۴۷)

ذَوَاتَا أَفْنَانٍ ﴿٤٨﴾

(دونوں جنتیں) بہت سی ٹہنیوں اور شاخوں والی ہیں۔[3] (۴۸)

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٤٩﴾

پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟(۴۹)

فِيهِمَا عَيْنَانِ تَجْرِيَانِ ﴿٥٠﴾

ان دونوں (جنتوں) میں دو بہتے ہوئے چشمے ہیں۔[4] (۵۰)

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٥١﴾

پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟(۵۱)

فِيهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجَانِ ﴿٥٢﴾

ان دونوں جنتوں میں ہر قسم کے میووں کی دو قسمیں ہوں گی۔[5] (۵۲)

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٥٣﴾

پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟(۵۳)

مُتَّكِئِينَ عَلَىٰ فُرُشٍ بَطَائِنُهَا مِنْ إِسْتَبْرَقٍ ۚ وَجَنَا

جنتی ایسے فرشوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے جن کے

---

(۱) یعنی کبھی انہیں جحیم کا عذاب دیا جائے گا اور کبھی مَآءٌ حَمِيمٌ پینے کا عذاب۔ آنٍ، گرم۔ یعنی سخت کھولتا ہوا گرم پانی، جو ان کی انتڑیوں کو کاٹ دے گا۔ أَعَاذَنَا اللهُ مِنْهَا۔

(۲) جیسے حدیث میں آتا ہے۔ ”دو باغ چاندی کے ہیں، جن میں برتن اور جو کچھ ان میں ہے، سب چاندی کے ہوں گے۔ دو باغ سونے کے ہیں اور ان کے برتن اور جو کچھ ان میں ہے، سب سونے کے ہی ہوں گے“۔ (صحیح بخاری، تفسیر سورۃ الرحمٰن) بعض آثار میں ہے کہ سونے کے باغ خواص مومنین مُقَرَّبِينَ اور چاندی کے باغ عام مومنین أَصْحَابُ الْيَمِينِ کے لیے ہوں گے۔ (ابن کثیر)

(۳) یہ اشارہ ہے اس طرف کہ اس میں سایہ گنجان اور گہرا ہو گا، نیز پھلوں کی کثرت ہو گی، کیونکہ کہتے ہیں ہر شاخ اور ٹہنی پھلوں سے لدی ہو گی۔ (ابن کثیر)

(۴) ایک کا نام تَسْنِيمٌ اور دوسرے کا سَلْسَبِيلٌ ہے۔

(۵) یعنی ذائقے اور لذت کے اعتبار سے ہر پھل دو قسم کا ہو گا، یہ مزید فضل خاص کی ایک صورت ہے۔ بعض نے کہا کہ

الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ﴿٥٤﴾

استر دبیز ریشم کے ہوں گے' (۱) اور ان دونوں جنتوں کے میوے بالکل قریب ہوں گے۔ (۲) (۵۴)

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٥٥﴾

پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟(۵۵)

فِيهِنَّ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ ﴿٥٦﴾

وہاں (شرمیلی) نیچی نگاہ والی حوریں ہیں (۳) جنہیں ان سے پہلے کسی جن و انس نے ہاتھ نہیں لگایا۔ (۴) (۵۶)

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٥٧﴾

پس اپنے پالنے والے کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟(۵۷)

كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ ﴿٥٨﴾

وہ حوریں مثل یاقوت اور مونگے کے ہوں گی۔ (۵) (۵۸)

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٥٩﴾

پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟(۵۹)

ایک قسم خشک میوے کی اور دوسری تازہ میوے کی ہو گی۔

(۱) ابری یعنی اوپر کا کپڑا ہمیشہ استر سے بہتر اور خوب صورت ہوتا ہے' یہاں صرف استر کا بیان ہے' جس کا مطلب یہ ہے کہ اوپر (ابری) کا کپڑا اس سے کہیں زیادہ عمدہ ہو گا۔

(۲) اتنے قریب ہوں گے کہ بیٹھے بیٹھے بلکہ لیٹے لیٹے بھی توڑ سکیں گے۔﴿ قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ ﴾ (الحاقة' ۲۳)

(۳) جن کی نگاہیں اپنے خاوندوں کے علاوہ کسی پر نہیں پڑیں گی اور ان کو اپنے خاوند ہی سب سے زیادہ حسین اور اچھے معلوم ہوں گے۔

(۴) یعنی باکرہ اور نئی نویلی ہوں گی۔ اس سے قبل وہ کسی کے نکاح میں نہیں رہی ہوں گی۔ یہ آیت اور اس سے ماقبل کی بعض آیات سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ جو جن مومن ہوں گے' وہ بھی مومن انسانوں کی طرح جنت میں جائیں گے اور ان کے لیے بھی وہی کچھ ہو گا جو دیگر اہل ایمان کے لیے ہو گا۔

(۵) یعنی صفائی میں یاقوت اور سفیدی و سرخی میں موتی یا مونگے کی طرح ہوں گی۔ جس طرح صحیح احادیث میں بھی ان کے حسن و جمال کو ان الفاظ میں بیان فرمایا گیا ہے۔ يُرَى مُخُّ سُوقِهِنَّ مِنْ وَرَاءِ الْعَظْمِ وَاللَّحْمِ (صحيح بخاري' كتاب بدء الخلق' باب ما جاء في صفة الجنة ۔ وصحيح مسلم' كتاب الجنة وصفة نعيمها' باب أول زمرة تدخل الجنة .....) "ان کے حسن و جمال کی وجہ سے ان کی پنڈلی کا گودا' گوشت اور ہڈی کے باہر سے نظر آئے گا"۔ ایک دوسری روایت میں فرمایا کہ "جنتیوں کی بیویاں اتنی حسین و جمیل ہوں گی کہ اگر ان میں سے ایک عورت اہل ارض کی طرف جھانک لے تو آسمان و زمین کے درمیان کا سارا حصہ چمک اٹھے اور خوشبو سے بھر جائے' اور اس کے سر کا دوپٹہ اتنا قیمتی ہو گا کہ وہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے"۔ (صحيح بخاري' كتاب الجهاد باب الحور العين)

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۚ ﴿٦٠﴾

احسان کا بدلہ احسان کے سوا کیا ہے۔(۱) (٦٠)

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦١﴾

پس اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟(٦١)

وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ۚ ﴿٦٢﴾

اور ان کے سوا دو جنتیں اور ہیں۔(۲) (٦٢)

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۙ ﴿٦٣﴾

پس تم اپنے پرورش کرنے والے کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟(٦٣)

مُدْهَآمَّتٰنِ ۚ ﴿٦٤﴾

جو دونوں گہری سبز سیاہی مائل ہیں۔(۳) (٦٤)

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۚ ﴿٦٥﴾

بتاؤ اب اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟(٦٥)

فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ۚ ﴿٦٦﴾

ان میں دو (جوش سے) ابلنے والے چشمے ہیں۔(۴) (٦٦)

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۚ ﴿٦٧﴾

پھر تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟(٦٧)

فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ۚ ﴿٦٨﴾

ان دونوں میں میوے اور کھجور اور انار ہوں گے۔(۵) (٦٨)

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۚ ﴿٦٩﴾

کیا اب بھی رب کی کسی نعمت کی تکذیب تم کرو گے؟(٦٩)

فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ۚ ﴿٧٠﴾

ان میں نیک سیرت خوبصورت عورتیں ہیں۔(٦) (٧٠)

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۚ ﴿٧١﴾

پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟(٧١)

حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ۚ ﴿٧٢﴾

(گوری رنگت کی) حوریں جنتی خیموں میں رہنے والیاں ہیں۔(٧) (٧٢)

---

(۱) پہلے احسان سے مراد نیکی اور اطاعت الٰہی اور دوسرے احسان سے اس کا صلہ، یعنی جنت اور اس کی نعمتیں ہیں۔

(۲) دُوْنِهِمَا سے یہ استدلال بھی کیا گیا ہے کہ یہ دو باغ شان اور فضیلت میں پچھلے دو باغوں سے، جن کا ذکر آیت ٤٦ میں گزرا، کم تر ہوں گے۔

(۳) کثرت سیرابی اور سبزے کی فراوانی کی وجہ سے وہ مائل بہ سیاہی ہوں گے۔

(۴) یہ صفت تَجْرِيَانِ سے ہلکی ہے اَلْجَرْيُ اَقْوٰى مِنَ النَّضْخِ (ابن کثیر)

(۵) جب کہ پہلی دو جنتوں (باغوں) کی صفت میں بتلایا گیا ہے کہ ہر پھل دو قسم کا ہو گا۔ ظاہر ہے اس میں شرف و فضل کی جو زیادتی ہے، وہ دوسری بات میں نہیں ہے۔

(٦) خَيْرٰتٌ سے مراد اخلاق و کردار کی خوبیاں ہیں اور حِسَانٌ کا مطلب ہے حسن و جمال میں یکتا۔

(٧) حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جنت میں موتیوں کے خیمے ہوں گے، ان کا عرض ساٹھ میل ہو گا، اس

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۳﴾
پس (اے انسانو اور جنو!) تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ (۷۳)

لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿۷۴﴾
انکو ہاتھ نہیں لگایا کسی انسان یا جن نے اس سے قبل۔ (۷۴)

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۵﴾
پس اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کے ساتھ تم تکذیب کرتے ہو؟ (۷۵)

مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ﴿۷۶﴾
سبز مسندوں اور عمدہ فرشوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے۔[1] (۷۶)

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۷﴾
پس (اے جنو اور انسانو!) تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟[2] (۷۷)

کے ہر کونے میں جنتی کے اہل ہوں گے، جس کو دوسرے کونے والے نہیں دیکھ سکیں گے۔ مومن اس میں گھومے گا"۔ (صحیح بخاری، تفسیر سورۃ الرحمٰن و کتاب بدء الخلق، باب ماجاء فی صفۃ الجنۃ، صحیح مسلم، کتاب الجنۃ، باب فی صفۃ خیام الجنۃ)

(۱) رَفْرَفٍ، مسند، غالیچہ یا اس قسم کا عمدہ فرش، عَبْقَرِيٍّ، ہر نفیس اور اعلیٰ چیز کو کہا جاتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے یہ لفظ استعمال فرمایا، فَلَمْ أَرَ عَبْقَرِيًّا يَفْرِي فَرِيَّهُ (البخاری، کتاب المناقب، باب فضل عمر و صحیح مسلم، فضائل الصحابۃ، باب من فضائل عمر رضی اللہ عنہ) "میں نے کوئی عبقری ایسا نہیں دیکھا جو عمر کی طرح کام کرتا ہو"۔ مطلب یہ ہے کہ جنتی ایسے تختوں پر فروکش ہوں گے جس پر سبز رنگ کی مسندیں، غالیچے اور اعلیٰ قسم کے خوب صورت منقش فرش بچھے ہوں گے۔

(۲) یہ آیت اس سورت میں ۳۱ مرتبہ آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں اپنی اقسام و انواع کی نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے اور ہر نعمت یا چند نعمتوں کے ذکر کے بعد یہ استفسار فرمایا ہے، حتیٰ کہ میدان محشر کی ہولناکیوں اور جہنم کے عذاب کے بعد بھی یہ استفسار فرمایا ہے، جس کا مطلب ہے کہ امور آخرت کی یاد دہانی بھی نعمت عظیمہ ہے تاکہ بچنے والے اس سے بچنے کی سعی کر لیں۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ جن بھی انسانوں کی طرح اللہ کی ایک مخلوق ہے بلکہ انسانوں کے بعد یہ دوسری مخلوق ہے جسے عقل و شعور سے نوازا گیا ہے اور اس کے بدلے میں ان سے صرف اس امر کا تقاضا کیا گیا ہے کہ وہ صرف ایک اللہ کی عبادت کریں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ مخلوقات میں یہی دو ہیں جو شرعی احکام و فرائض کے مکلف ہیں، اسی لیے انہیں ارادہ و اختیار کی آزادی دی گئی ہے تاکہ ان کی آزمائش ہو سکے، تیسرے، نعمتوں کے بیان سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانا جائز و مستحب ہے۔ یہ زہد و تقویٰ کے خلاف ہے اور نہ تعلق مع اللہ میں مانع، جیسا کہ بعض اہل

تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿۷۸﴾

تیرے پروردگار کا نام بابرکت ہے (۱) جو عزت و جلال والا ہے۔(۷۸)

سُوْرَةُ الْوَاقِعَةِ

سورۂ واقعہ مکی ہے اور اس میں چھیانوے آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿۱﴾

جب قیامت قائم ہو جائے گی۔ (۲) (۱)

لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ﴿۲﴾

جس کے واقع ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں۔(۲)

خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ﴿۳﴾

وہ پست کرنے والی اور بلند کرنے والی ہوگی۔ (۳) (۳)

تصوف باور کراتے ہیں۔ چوتھے' بار بار یہ سوال کہ تم اللہ کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کرو گے؟ یہ توبیخ اور تہدید کے طور پر ہے' جس کا مقصد اس اللہ کی نافرمانی سے روکنا ہے' جس نے یہ ساری نعمتیں پیدا اور مہیا فرمائیں۔ اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں یہ پڑھنا پسند فرمایا ہے۔ لَا بِشَيْءٍ مِّنْ نِعَمِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ فَلَكَ الْحَمْدُ "اے ہمارے رب ہم تیری کسی بھی نعمت کی تکذیب نہیں کرتے' پس تمام تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں" (سنن الترمذی والصحیحۃ للألبانی) لیکن اندرون صلاۃ اس جواب کا پڑھنا مشروع نہیں۔

(۱) تَبَارَكَ ' برکت سے ہے جس کے معنی دوام و ثبات کے ہیں۔ مطلب ہے اس کا نام ہمیشہ رہنے والا ہے' یا اس کے پاس ہمیشہ خیر کے خزانے ہیں۔ بعض نے اس کے معنی بلندی اور علو شان کے کیے ہیں اور جب اس کا نام اتنا بابرکت یعنی خیر اور بلندی کا حامل ہے تو اس کی ذات کتنی برکت اور عظمت و رفعت والی ہوگی۔

☆ اس سورت کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ سُوْرَةُ الْغِنٰى (تونگری کی سورت) ہے اور جو شخص اس کو ہر رات پڑھے گا اسے کبھی فاقہ نہیں آئے گا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس سورت کی فضیلت میں کوئی مستند روایت نہیں ہے۔ ہر رات پڑھنے والی اور بچوں کو سکھانے والی روایتیں بھی ضعیف بلکہ موضوع ہیں۔ (دیکھئے الأحادیث الضعیفۃ ' للألبانی حدیث نمبر ۲۹۰۹- ج ۱/ ۳۰۵)

(۲) واقعہ بھی قیامت کے ناموں میں سے ہے' کیونکہ یہ لامحالہ واقع ہونے والی ہے' اس لیے اس کا یہ نام بھی ہے۔

(۳) پستی اور بلندی سے مطلب ذلت اور عزت ہے۔ یعنی اللہ کے اطاعت گزار بندوں کو یہ بلند اور نافرمانوں کو پست کرے